شہری

SHEHRI

برائے بہتر ماحول

اپریل ۱۹۹۳ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو، وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے...... مارگریٹ میڈ

اندر کے صفحات میں

- کیمیکلز طرز زندگی اور ماحول
- پی ای سی ایچ ایس کی غیر قانونی کمرشلائزیشن
- شہری کی سرگرمیاں

کیا کنٹونمنٹ کے علاقے ختم کر دیئے جائیں؟

کنٹونمنٹ کے علاقے بنیادی طور پر Colonial حکومت نے برصغیر کے شہروں کے مضافات اور قرب و جوار میں اس مقصد کے لئے قائم کئے تھے تاکہ وہ اپنی دفاعی و انتظامی تنصیبات اور عملے کو مرکزیت فراہم کر سکے۔ ہر شہر کے اندرونی علاقے میں بھی ایک کینٹ قائم کی جاتی تھی جہاں شہری عمارات اور مکانات برائے معززین (بنیادی طور پر اعلیٰ برطانوی حکام) ہوتے تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک تو اس علاقے میں ایک خاص معیار زندگی برقرار رکھا جائے۔

اور دوسرے کسی بحرانی صورتحال (مثلاً مقامی افراد کی جانب سے بغاوت) میں حکمران طبقے اور ان کے خاندانوں کے جان و مال اور عزت وغیرہ کی حفاظت کی جا سکے۔

کراچی بھی شہری منصوبہ بندی کے اس اصول سے مستثنیٰ نہیں تھا اور شہر کے اندرونی اور مضافاتی علاقوں میں چھ کینٹ قائم کئے گئے جن کے نام منوڑہ، ڈرگ، ملیر، کلفٹن، کورنگی کریک اور کراچی کینٹ تھے۔

آج ۱۹۴۷ء کے بعد سے آبادی میں غیر معمولی اضافے کے بعد اور غیر منظم انداز میں شہر کے پھیلنے کے نتیجے میں، کلفٹن اور کراچی کینٹ کے علاقے نہ صرف مکمل طور پر شہر کے اندر آگئے ہیں بلکہ ان کینٹس کی حدود میں بھی گنجان رہائشی علاقے آباد ہو گئے ہیں۔ دیگر کینٹس کے علاقوں میں کمرشل اور رہائشی بستیاں قائم ہیں غرضیکہ اب ان میں سے کسی بھی کینٹ کا علاقہ کسی بھی اعتبار سے مضافات کی تعریف پر پورا نہیں اترتا اور انہیں پوری طرح شہر کے اندر ہی شمار کیا جاتا ہے۔

یہ کئی اعتبار سے ایک غیر پسندیدہ اور مضحکہ خیز صورتحال ہے۔

☆... کراچی کا انتظام اس وقت متعدد اداروں کے ہاتھ میں ہے جن میں کے ڈی اے، کے ایم سی، کے ڈی اے، سائٹ، لائٹ، مختلف ہاؤسنگ سوسائٹیز اور اتھارٹیز اور مذکورہ بالا چھ کینٹس شامل ہیں۔ ان اداروں کے درمیان پہلے ہی فرائض اور دائرہ کار کی یکسانیت پائی جاتی ہے اور دوسری طرف ایسے بہت سے مبہم شعبے نظر آتے ہیں جہاں ایک شہری چکرا کر رہ جاتا ہے کہ اپنے مسئلے کے حل کے لئے کس سے رجوع کرے اور کس ادارے کے پاس جائے۔ اس صورتحال میں کینٹس کے اپنے علیحدہ قواعد و ضوابط بلکہ مقامی حکومت تک کے ساتھ برقرار رہنا (واضح رہے کہ کینٹ کے علاقے وفاقی موضوع ہونے کے سبب صوبائی حکومت کے دائرہ کار میں نہیں آتے بلکہ وزارت دفاع، اسلام آباد کے تحت ہوتے ہیں) کراچی کے کنفیوژن میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

☆... شہری منصوبہ بندی کے اعتبار سے بھی کینٹس کا کردار ناقابل ترک بلکہ بسا اوقات مخل بھی رہا ہے۔ وقتاً فوقتاً قیمتی قطعہ اراضی بظاہر ترقیاتی مقاصد کے لئے رقم حاصل کرنے کی غرض سے نیلام کر دیئے جاتے ہیں۔ یہ انتخاب کہ کون سی زمین کس مقصد کے لئے نیلام کی جائے اصولی طور پر اس کے ممکنہ اثرات کا جائزہ لئے بغیر اور شہری منصوبہ بندی کے اصولوں کی یکسر خلاف ورزی کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ چونکہ کنٹونمنٹ بورڈ اپنے علاقے میں زمین کے استعمال اور زوننگ کو تبدیل کرتا ہے اس لئے بہت سے نیچی عمارتوں اور کم گنجان آبادی والے علاقے آناً فاناً اونچی عمارتوں والے گنجان آباد علاقوں میں تبدیل ہوتے نظر آتے ہیں (ذرا سی پرل اسکوائر اس کی ایک مثال ہے) اور یہ سب بیورو کریسی کے روایتی قلم کی ایک جنبش سے ممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح زمین کی فروخت کے وقت یا اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کر کے چند افراد لاکھوں روپے بنا لیتے ہیں۔ یوں کنٹونمنٹ بورڈ عوامی سہولیات کی قیمت پر نجی منافع خوری میں اعانت کرتے ہیں۔

☆... اگرچہ ہم عام لوگ کنٹونمنٹس میں واقع اسٹرٹیجک دفاعی تنصیبات یا اسلحہ اسٹوروں کی تفصیلات سے واقف نہیں ہیں لیکن ان کی موجودگی ایک لازمی امر ہے۔ تو پھر کیا ہم یہ دیکھنے کا انتظار کریں کہ اوجھڑی کیمپ جیسا کوئی تباہ کن حادثہ پیش آئے تو ہمارے متعلقہ ادارے بحران سے نمٹنے کی کتنی صلاحیت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں یا پھر ہم تجربے سے سیکھتے ہوئے پہلے ہی کوئی عملی قدم اٹھائیں؟

ہم اس صورتحال پر گہری تشویش محسوس کرتے ہیں۔

حال ہی میں روزنامہ "دی نیوز" (۱۸ فروری ۱۹۹۳ء) میں شائع ہونے والی ایک خبر نے خاصی قیاس آرائیوں کو جنم دیا ہے۔ بظاہر گورنر سندھ کی ترغیب پر پاکستان آرمی کے کوارٹر ماسٹر جنرل لیفٹیننٹ جنرل عارف نقش نے ڈائریکٹر جنرل کنٹونمنٹ بورڈ اشفاق خان سے کہا ہے کہ وہ مختلف کنٹونمنٹ بورڈز سے یہ معلوم کریں کہ وہ وارڈز کے خاتمے کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ایسی ہی بات ہے جیسے حکمرانوں سے پوچھا جائے کہ کیا وہ معزول ہونا پسند کریں گے اور اپنے تمام فوائد اور مراعات ترک کر کے خدا سے ڈرنے والے عام شہری بننا قبول کریں گے۔

باقی صفحہ ۳

Will the autocratic cantonment boards go?

ایک افسوسناک بھول

ماحولیاتی تحفظ کی کونسل (ای پی سی) فروری ۱۹۹۳ء میں ایک آرڈیننس کے نتیجے میں قائم ہوئی جس کا نام ہے ماحولیاتی تحفظ کا آرڈیننس اور اس کا نفاذ (۳۱ دسمبر ۱۹۸۳ء) کو عمل میں آیا تھا۔ ماحولیاتی کونسل کو پورا اختیار دیا گیا ہے کہ ملک میں ماحولیات سے متعلق کسی بھی معاملے کے لئے اقدامات کرے۔ اس میں صنعتی فضلے اور موٹر گاڑیوں کے دھوئیں کے اخراج کی شرح مقرر کرنے سے لے کر صوبائی ماحولیاتی تحفظ کی ایجنسیوں کو انتظامی اختیارات دینے تک سب ہی امور شامل ہیں۔ تاہم ماحولیاتی تحفظ کی کونسل کے قیام کے نو سال بعد بھی آج تک یہ کونسل جس کے سربراہ جناب نواز شریف ہیں اپنا ایک بھی اجلاس منعقد نہیں کر سکی ہے۔ شہری بھی وزیر اعظم سے درخواست کرتا ہے کہ ماحولیاتی تحفظ کی کونسل کا جلد از جلد اجلاس طلب کریں تاکہ ماحولیاتی تحفظ کا آرڈیننس نافذ کیا جائے اور لوگوں کی زندگیوں کو تحفظ دینے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

آبادی کم کرنے کا ہدف پاکستان پیچھے رہ گیا

کراچی... اگر پاکستان نے اپنی آبادی کم کرنے کی کوششوں میں جس کا ہدف ۲۰۰۰ء تک دو بچوں پر مشتمل خاندان ہے، خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لی ہوتی تو اکیسویں صدی کے اواخر تک اس کی آبادی تین سو چودہ ملین ہو سکتی تھی۔ اب یہ ہدف خارج از امکان معلوم ہوتا ہے۔ تھائی لینڈ نے البتہ یہ ہدف حاصل کر لیا ہے اور دوسری کئی اقوام اس کے قریب پہنچ چکی ہیں لیکن اگر پاکستان نے دو بچوں پر مشتمل خاندان کے حصول میں بیس سال کی تاخیر کر دی تو پھر تیز رفتاری سے اضافے کے نتیجے میں آبادی پانچ سو چھپن ملین یا پچپن کروڑ ساٹھ لاکھ تک جا پہنچے گی۔ اس چالیس سالہ تاخیر کی وجہ سے آبادی اب دو سو بائیس ملین یا بائیس کروڑ بیس لاکھ زیادہ ہوگی یعنی ۱۹۹۰ء کی آبادی کے مقابلے میں کوئی دوگنی۔ یہ تخمینہ پیپل اینڈ پلینٹ میگزین نے لگایا ہے جو یو این پاپولیشن فنڈ اور ورلڈ کنزرویشن یونین اور انٹرنیشنل پلانڈ پیرنٹ ہڈ کی جانب سے مشترکہ طور پر شائع کیا جاتا ہے۔

(بشکریہ دی نیوز)

جھیل کی بھرائی

شہریوں کے مسلسل احتجاج اور شہر میں کھلی جگہوں کی بے انتہا قلت کے باوجود پی ای سی ایچ ایس میں طارق روڈ اور ڈاکٹر محمود حسین روڈ کے جنکشن پر واقع جھیل ملبہ بھر کر پاٹی جا رہی ہے۔ یہ جھیل بطور پلاٹ کسی جائیداد بنانے والے کو الاٹ کر دی گئی ہے۔ شہری اپنے ایک سابق شمارے (جولائی ۱۹۹۱ء) میں نشاندہی کر چکا ہے کہ یہ جھیل جائیداد بنانے والوں کے لئے ایک شہری شکار ہے۔ اس کے علاوہ ڈان اخبار (۱۸ مئی ۱۹۹۳ء) میں ایڈیٹر کے نام خط میں ایک شہری نے بھی اس اہم معاملے کی طرف توجہ دلائی تھی اور وزیر اعلیٰ سندھ سے جھیل کو بچانے کی اپیل کی تھی۔

پی ای سی ایچ ایس کی کمرشلائزیشن

پی ای سی ایچ ایس کے اصل ماسٹر پلان میں کمرشل اور رہائشی علاقوں کی واضح طور پر الگ الگ نشاندہی کی گئی تھی۔ اس میں واحد سڑک طارق روڈ تھی جسے کسی حد تک کمرشل قرار دیا گیا تھا لیکن اب رہائشی علاقہ بھی تیزی سے بالخصوص کاروں کے شو روم کے ذریعے کمرشلائز ہو رہا ہے جیسا کہ اوپر دی گئی تصویر سے ظاہر ہے۔ یہ شو روم مرید روڈ پر قائم کیا گیا ہے جو کہ بنیادی طور پر ایک خالص رہائشی علاقہ ہے۔

کیمیکلز طرز زندگی اور ماحول

گزشتہ پچاس سالوں کے دوران مصنوعات صرف کے لئے ہماری بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لئے نامیاتی کیمیکلز کی پیداوار میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ذاتی اور صنعتی استعمال کے لئے قیمتی بھاری دھاتوں کی مانگ میں بھی بے حد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ جس طرح ہم مختلف اشیائے صرف سے فائدہ اٹھاتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں' اسی طرح ہمیں یہ بھی سیکھنا چاہئے کہ ان مصنوعات کے پیدا کردہ چیلنجوں کا کیونکر مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ کیمیکل انڈسٹری نے بہت سی مختلف اقسام کی ایسی مصنوعات تخلیق کی ہیں' جنہوں نے ہمارا معیار زندگی بہت حد تک بلند کیا ہے اور عمومی طور پر اوسط انسانی عمر میں اضافہ کیا ہے۔ تاہم ان فوائد کے ساتھ حادثات' زہریلے اثرات' آلودگی اور مضر فضلے کے خطرات بھی وابستہ ہیں جو انسانی صحت کو نقصان سے دوچار کرسکتے ہیں اور ہمارے ماحول میں ایسی باقیات چھوڑ سکتے ہیں جو مچھلیوں اور جنگلی حیات کو نقصان پہنچا کر ماحول کے بے انتہا نازک توازن کو بگاڑنے کا سبب بن سکتی ہیں۔

ہوا' پانی (بشمول زیر زمین پانی) اور غذائی زنجیر میں

شامل ہو کر آلودگی کے اجزا فیکٹریوں سے نکل کر بہت دور دراز کے علاقوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ زندہ اجسام (جانور یا پودے) اپنے اندر بعض ہی کیمیکلز اسٹور کر لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر اس قسم کے اجسام انسانی غذا کا حصہ بنیں تو ان میں موجود آلودگی کے زہریلے اثرات صحت کو سنگین نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

حکومت ملک میں صنعتوں کے قیام کے لئے استعمال شدہ مشینری درآمد کرنے کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں لیدر کی صنعت اور دیگر ایسی صنعتیں لگائی جا رہی ہیں۔ ان سے بھاری مقدار میں آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ ابتدائی دنوں میں زیادہ آلودگی والی صنعتیں شہروں سے دور قائم کی جاتی تھیں۔ آبادی میں تیز رفتار اضافے کے ساتھ شہر پھیلتے چلے گئے ہیں اور اب بہت سی بھاری صنعتوں کے اطراف میں بڑی بڑی آبادیاں بس گئی ہیں۔

ہر سال تین چار کروڑ ۴۰ لاکھ افراد کی اموات رجسٹر کی جاتی ہیں ان میں سے تین چوتھائی تعداد غیر صحت مند ماحول سے متعلق بیماریوں سے ہلاک ہوتی ہے یا پھر غیر صحت مند طرز زندگی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ انکشاف عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کے ڈائریکٹر جنرل نے مارچ ۱۹۹۳ء میں پیش کی جانے والی ایک رپورٹ میں کیا۔

"خطرناک فضلے" کی عملی تعریف' وسائل کے تحفظ اور بازیافت کا ایکٹ ۱۹۷۶ء' یو ایس اے

اسے ایسا فضلہ یا فضلوں کا مجموعہ بیان کیا جاتا ہے جو اپنی مقدار' تیزی یا طبعی' کیمیائی یا متعدی خواص کی بدولت مندرجہ ذیل کا باعث بنتا ہو (۱) بیماری یا شرح اموات میں اضافہ کرتا ہو یا اس میں معاونت کرتا ہو یا ناقابل علاج یا ناقابل علاج علالت میں سنگین اضافہ لاتا ہو۔ (۲) بے احتیاطی سے استعمال کرنے' اسٹور کرنے' لادنے لے جانے یا ٹھکانے لگانے کی صورت میں انسانی صحت یا ماحول کے لئے خطرہ یا خطرہ پیدا کرے یا اس کا امکان پیدا کرسکے۔

خطرناک فضلے کے چار خواص ہوتے ہیں۔
۱) اس میں آسانی سے آگ لگ جائے۔
۲) فرسودگی' ٹوٹ پھوٹ پیدا کرے۔ ۳) ردعمل پیدا کرے۔ ۴) زہریلے اثرات کا حامل ہو۔

ان میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ خاصیت کی موجودگی فضلے کو خطرناک قرار دینے کے لئے کافی

بقیہ صفحہ ۳ پر

ٹیبل۔۱

صحت کو متاثر کرنے والے ماحولیاتی خطرات

اجزا	متاثر ہونے والے مقامات/پیدا ہونے والی بیماریاں
آرسینک	پھیپھڑے' جلد' جگر۔ مرکزی اعصابی نظام' پٹھوں کی کمزوری' بھوک اور وزن کی کمی' پیٹ اور آنتوں کی تکالیف' جلد کا سرطان' کوما' ہلاکت۔
ایس بسٹاس	میسو تھیلیم۔ پھیپھڑے۔ پھیپھڑوں کے امراض' پھیپھڑوں کا سرطان' اعصابی بیماریاں' ہلاکت۔
بینزین	خون کا سرطان۔
بینزیڈرئن	مثانہ۔
کیڈمیم	معدے اور آنتوں کے امراض' گردے کی پتھری' پراسٹیٹ کا سرطان۔
کلورین	آنتوں کی تکالیف۔ آنکھوں کے امراض۔
کرومیم	پھیپھڑے۔ جگر کا نیکروسس۔ گردوں کی سوزش۔ معدے اور آنتوں کی تکالیف' غذائی نالی کا سرطان۔
فلورائیڈ	گردوں کی سوزش۔ جگر اور دل کی بافتوں کو نقصان۔ دانتوں کو نقصان۔ فلوریشیا۔
لیڈ (سیسہ)	عمومی زہریلے اثرات۔ خون کی کمی۔ تھکن۔ چڑچڑاپن۔ مزاج میں تبدیلی۔
مرکری (پارہ)	اعصابی اور پیشاب کے نظام کی خرابی۔ زہریلے اثرات۔ کولیسٹرول کی گڑبڑ۔
نائٹریٹ	ہائپرٹینشن۔ سرطان۔
تابکاری	مختلف مقامات پر اثر۔
الٹراوائلٹ لائٹ	جلد' آنکھیں۔
وینائل کلورائیڈ	لیورا اینجیو سارکوم
کول تار	اسکروٹل کینسر

نوٹ: اب تک دنیا میں پچاس لاکھ کیمیکلز دریافت کئے جاچکے ہیں۔ جن میں سے ۶۰ ہزار تجارتی طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ صرف چند سو کیمیکلز ایسے ہیں جو بے حد خطرناک ہیں اور خاصا شدید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ٹیبل۔۲

صنعتوں سے وابستہ آلودگی کے منتخب اجزاء

صنعتی سب سیکٹر	آلودگی کے ممکنہ اجزا☆
کیمیکلز	سلفیورک اور نائٹرک ایسڈ' امونیا' فلورو کاربن۔
کیڑے مار دوائیں	آرگینو ہیلوجنز۔ آرگینو فاسفیٹس' دیگر زہریلے اجزاء۔ آرسینک۔
ٹیکسٹائل	ہائیڈروکلورک' سلفیورک ایسڈ' بلند تیلی اوڈی' دیگر مختلف اقسام کے آرگینک کیمیکلز اور ڈٹرجنٹس۔
دوا سازی	امونیا' ایسڈ' زنک۔
لیدر	بھاری دھاتیں (کرومیم' ایڈ بسٹم) متعدد آرگینک کیمیکلز' ایسڈ' بلند تیلی اوڈی۔
فوڈ پروسیسنگ	امونیا' سلفر ڈائی آکسائیڈ۔
سیمنٹ	الکلائنز۔ چونے کی دھول۔
الیکٹریکل / الیکٹرانک	فلورو کاربن۔ بھاری دھاتیں (بشمول کیڈمیم' نکل' بیلیم)
شیشہ / سرامکس	آرسینک' فلورین۔
پیٹرولیم ریفائننگ	فینول۔ سلفائیڈز۔ تیل کے باقیات۔ امونیا۔
پلپ اور پیپر بورڈ	آرگینک سلفائیڈز۔ بلند تیلی اوڈی اور آرگینک ٹھوس اجزا۔

☆ ان کی مقدار اور خواص کا انحصار مینوفیکچرنگ کے طریقہ کار اور اس امر پر ہے کہ فضلے کی ٹریٹمنٹ کا کوئی انتظام ہے یا نہیں۔

(ذریعہ: صنعتوں پر ای سی ایس کا سیکٹر پیپر)

(تحریر: ڈاکٹر مسعود ہاشم ایم ڈی' ایم پی ایچ' رکن شہری۔ سی پی ای)

شہری

G-206 بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس
کراچی 75400 پاکستان
فون : 441759-442576
فیکس : 9221-438226
ایڈیٹر : طاہرہ حسین

منیجنگ کمیٹی
چیئرپرسن : فرید حسین
وائس چیئرپرسن : قاضی فائز عیسیٰ
جنرل سیکریٹری : عبیدالرحمٰن
خزانچی : دانش آذر زوبی
اراکین :
طلعت احمد
حسن زیدی
زین شیخ
افضل نور
ڈاکٹر ایم اجمل خان

شہری اسٹاف
کوآرڈینیٹر : عارف کاپاڈیا
اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر : عارف حسن
اسسٹنٹ پبلیکیشنز : عذرا احمد

شہری خبرنامہ

زبان۔۔۔ اردو
وقفہ اشاعت۔۔۔ دوماہی
مقام اشاعت۔۔۔ کراچی
ترسیل۔۔۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر (بلاقیمت)
کتف۔۔۔ کیمیکل گلیز ڈ نیوز پرنٹ
سائز۔۔۔ 16.5x22.5 انچ
صفحات۔۔۔ ۴

ٹیرف اشتہارات کلر

پہلا صفحہ (5x9 انچ سائز) ۸۰۰۰ روپے (دو اشتہارات کی گنجائش)
اندرونی صفحات (5x9 انچ سائز) ۷۰۰۰ روپے (چار اشتہارات کی گنجائش)

اسپاٹ کلر (صرف سبز)

اندرونی صفحات (5x9 انچ سائز) ۵۰۰۰ روپے

بلیک اینڈ وائٹ

اندرونی صفحات (5x9 انچ سائز) ۳۰۰۰ روپے (چار اشتہارات کی گنجائش)
(اسپاٹ کلر یا بلیک اینڈ وائٹ)
آخری صفحہ (5x9 انچ سائز) ۳۵۰۰ روپے (چار اشتہارات کی گنجائش)

شہری خبرنامے کے قارئین میں آمدنی کے اعتبار سے نچلے متوسط اور درمیانے طبقوں کے لوگ سفید پوش اور بہرہ مند کارکن' محنت کش' طلباء' پروفیشنل افراد' بہتر ماحول کے لئے جدوجہد کرنے والے لوگ' پالیسی ساز شخصیات' رائے عامہ کے رہنما' سماجی کارکن' غیر سرکاری تنظیمیں اور دیگر سماجی ادارے شامل ہیں۔
براہ کرم اپنی ترجیحات متعین کرکے اپنی تنظیم یا اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے ذریعے ہمیں مطلع کیجئے۔

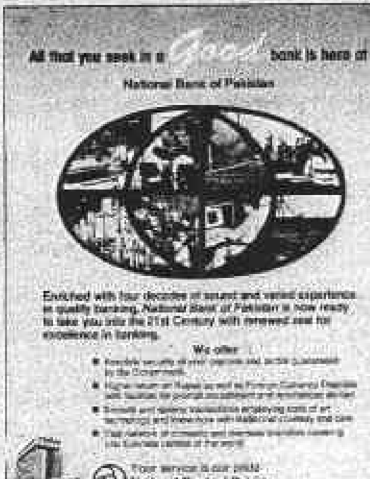

شہری کی سرگرمیاں

پی ای سی ایچ ایس کی غیر قانونی کمرشلائزیشن

مسز امبر علی بھائی

پی ای سی ایچ ایس' بالخصوص بلاک ۲' ۳ اور ۶ میں رہنے والے ہم شہریوں نے اپنے اس نواحی علاقے کو بہت تیزی سے بے ہنگم اور غیر قانونی کمرشلائزیشن کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔ اس کا آغاز اس وقت ہوا جب کسی نے ایک چھوٹی سی نکڑ کی دوکان یا مختصر سا پروویژن اسٹور کھولا۔ بتدریج یہاں اور بڑی بڑی دوکانیں بننے لگیں اور اب یہ عمل اپنے عروج پر پہنچ گیا ہے۔ ہر طرف کثیر المنزلہ عمارتیں اور کاروں کے شوروم پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پی ای سی ایچ ایس کو حکام کی ملی بھگت کے ذریعے اور علاقے کے رہنے والوں کی بے حسی کی بدولت ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت بے آبرو کیا جا رہا ہے۔

پی ای سی ایچ ایس کے اصل ماسٹر پلان میں کمرشل اور رہائشی علاقوں کی واضح طور پر الگ الگ نشاندہی کی گئی ہے اور اس میں صرف طارق روڈ واحد سڑک ہے جسے جزوی طور پر کمرشل قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے اثرات علامہ اقبال روڈ' خالد بن ولید روڈ اور اب سرسید روڈ تک پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ شہریوں کے علم یا منظوری کے مطابق اب تک ان میں سے کسی سڑک کو باقاعدہ طور پر کمرشل قرار نہیں دیا گیا ہے۔

اس کمرشلائزیشن کا سب سے تیز رفتار اور اذیت ناک پہلو بغیر کسی پیشگی اطلاع کے اور ماحول کا لحاظ کئے بغیر راتوں رات نئے نئے کار شورومز کا قیام ہے۔ خالد بن ولید روڈ کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں ہر دوسرا مکان کار شوروم میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اس سڑک پر صرف ۳۰۰ سے ۴۰۰ گز تک کے پلاٹ ہیں اس لئے شوروم باہر فٹ پاتھ تک آ جاتے ہیں اور سرسید روڈ تک پہنچ گئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سرسید روڈ پر حال ہی میں قائم ہونے والے ڈائی و سیلز اینڈ سروس سینٹر کا افتتاح کرنے کے لئے گورنر سندھ خود تشریف لائے تھے۔

ہم میں سے زیادہ تر لوگوں کو پی ای سی ایچ ایس میں رہتے ہوئے ۳۰ سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے اور یہ ہمارا خود اپنے آپ پر حق ہے کہ اس علاقے کو بچانے کی کوشش کریں۔ ہر شخص جا کر ڈیفنس یا کلفٹن میں نہیں رہ سکتا اور ہم کہیں اور جانا بھی نہیں چاہتے۔ پی ای سی ایچ ای ایک پرانی سوسائٹی ہے۔ یہاں موجود شہری سہولتیں ۱۹۵۸ء میں فراہم کی گئی تھیں اور اس وقت یہاں پانی کی قلت تھی اور نہ گیس اور سیوریج کے مسائل۔ ہم یہ سب بگڑ کیوں چھوڑ دیں اور کس کی خاطر چھوڑیں؟ اس معاملے میں حکام اتنے انجان کیوں بنے ہوئے ہیں؟

■

قارئین کا نقطہ نظر

تحریر دانش آذر زوبی

کراچی کی سڑکوں پر سفر کرنا صحت کے لئے ایک سنگین خطرہ بن چکا ہے۔ لوگ ہوا' شور اور بصری آلودگی سے دوچار ہیں۔ بصری آلودگی کا مطلب ہے خوبصورتی کی جگہ بدصورتی دیکھنے پر مجبور ہونا۔ شہر میں خطرے کی حد کو چھوتا ہوا آلودگیاں پن اور گھٹن دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ترقیاتی کام شہر کے بے پناہ پھیلاؤ اور اضافے پر قطعی پورا نہیں اتر رہا۔ ہم نے کراچی کا انتظام چلانے کے لئے جو ادارے بنائے ہیں وہ ایک مذاق بن چکے ہیں۔

حالیہ دنوں میں کراچی کی بیوٹی فکیشن کے بارے میں بہت کچھ سننے میں آ رہا ہے (ظاہر ہے یہ کاوش صرف ان چند اہم علاقوں تک محدود ہے جو وی ڈی آئی پی افراد کی نظر میں آتے ہیں) اس ضمن میں کچھ پیش رفت ہوئی ہے لیکن درحقیقت یہ غلط دوا تجویز کرنے کا معاملہ ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال یہ ہے کہ متعدد معروف چورنگیوں کو بیوٹی فکیشن کے لئے مختلف اداروں سے اسپانسر کرایا گیا ہے حالانکہ ٹریفک کے دباؤ کے تحت ان چورنگیوں کو ختم کر کے ان کی جگہ ٹریفک سگنل اور زیرزمین یا اوورہیڈ گزرگاہیں بنانے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔

میں اس سلسلے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کیا چورنگیوں کی بیوٹی فکیشن وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے یا یہ کہ پہلے کاروباری علاقوں میں کثیر المنزلہ کار پارکنگ اور دیگر عوامی سہولتوں کو ترجیح دی جائے۔ کیا یہ بہتر ہوگا کہ کچھ نجی گروپ ترقیاتی اداروں مثلاً کے ڈی اے' کے ایم سی وغیرہ کے اشتراک سے ان سہولتوں میں سرمایہ کاری کریں۔ کیوں نہ ہم یہ تجویز کریں کہ طارق روڈ یا بوہری بازار اور صدر میں کثیر المنزلہ کار پارکنگ تعمیر کی جائے اور ان علاقوں کو مکمل طور پر پیدل چلنے والوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ یعنی بعض علاقوں میں ٹریفک بالکل ممنوع اور لازمی پارکنگ۔

میں نے اس تجویز پر ایک بزنس مین سے بات کی۔ اس کا پہلا ردعمل یہ تھا کہ کثیر المنزلہ کار پارکنگ کی عمارتیں مالی اعتبار سے فائدہ مند نہیں ہوتیں۔ میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ ذرا اپنے تخلیقی ذہن کو استعمال کر کے دیکھئے۔ کار پارکنگ بلڈنگ میں بچوں کا پلے لینڈ' آئس کریم سیلز اور فاسٹ فوڈ جیسی سہولتیں فراہم کر کے اسے خود کفیل اور منافع بخش بنایا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے پروجیکٹ کو قابل عمل بنانے کے لئے کسی مقابلے کا اعلان کرائیے۔ اس طرح نہ صرف تمام منفی تصورات ختم ہو جائیں گے بلکہ روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا ہوں گے۔

میں سمجھتا ہوں خوبصورت چورنگیاں بہت اچھی چیز ہیں لیکن ان سے آدھی خوبصورت کار پارکنگ اور دیگر سہولتیں اور بھی زیادہ بہتر ہوں گی اور شہر میں گاڑیوں کی بے انتہا بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ضرورت بھی ان ہی کی ہے۔

■

بقیہ کنٹونمنٹ

خیال آتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ کوارٹر ماسٹر جنرل اور ڈائریکٹر جنرل کنٹونمنٹ بورڈز وہی کچھ کر رہے ہیں جو ہماری بیوروکریسی ان معاملات کے ساتھ کرتی ہے جنہیں وہ حل کرنا نہیں چاہتی یعنی یہ کہ ایک ٹاسک فورس بنا دی جائے لیکن کوارٹر ماسٹر جنرل اور ڈائریکٹر جنرل کنٹونمنٹ بورڈز سے اوپر پاکستان کے وزیر ملٹری سید غوث علی شاہ ہیں جو ماضی میں کئی مختلف عہدوں پر صوبہ سندھ کی خدمت کر چکے ہیں۔ وہ شاید اس معاملے کا جائزہ لیں یا پھر کوئی ہمدرد رکن قومی اسمبلی پرائیویٹ ممبر کے بل کے ذریعے کنٹونمنٹ بورڈز کے تحلیل کی تجویز پیش کر سکتا ہے۔ کیا وزیر ماحولیات جناب انور سیف اللہ خان اس کاز کی حمایت کرنا پسند کریں گے؟

کنٹونمنٹس اور دیگر ادارے مثلاً کے پی ٹی اور ریلوے کے پاس غیر ترقی یافتہ مگر حکمت طور پر بے انتہا قدر و قیمت کی حامل شہری زمین کے ٹکڑے موجود ہیں۔ اس زمین کو عوامی سہولتیں فراہم کرنے کی غرض سے شہر کے حوالے کیا جا سکتا ہے جس کے نتیجے میں شہری زندگی کا معیار بلند ہو سکتا ہے لیکن اس مقصد کے لئے ماہرین شہری منصوبہ بندی کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی کہ وہ اپنی تجاویز دیں کہ کیا کیا جا سکتا اور پھر شہری ان تجاویز میں سے انتخاب کریں۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہم نہ تو شہر کے بیچ میں ملٹری انجینئرنگ سروسز (ایم ای ایس) چاہتے ہیں اور نہ ہی اس کی جگہ شاپنگ پلازا اور بلند و بالا رہائشی عمارتیں۔ کیا یہ مطالبہ کرنا بے جا ہوگا کہ کنٹونمنٹس کی تمام غیر ترقی یافتہ زمین پارکوں' لائبریریوں اور آڈیٹوریم میں تبدیل کر دی جائے۔ پھیپھڑوں کے بغیر شہر سے زیادہ عرصہ زندہ رہنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

■

شہری - سی بی ای کے دفتر میں دستخطی مہم

۶ فروری ۱۹۹۳ء کو شہری کے دفتر میں اوپن ڈے اور دستخطی مہم کا اہتمام کیا گیا جس کا مقصد اس امر پر احتجاج کرنا تھا کہ نو سال قبل ۱۹۸۴ء میں جناب محمد نواز شریف کی سربراہی میں قائم ہونے والی ماحولیاتی تحفظ کی کونسل کا اب تک ایک بھی اجلاس منعقد نہیں ہو سکا ہے۔ اس غرض سے لابی کرنے اور بطور پریشر گروپ کام کرنے کے لئے شہری سی بی ای کے اراکین اور ان کے حامی شہری کے دفتر میں آئے اور یہاں انہوں نے وزیر اعظم' انور سیف اللہ خان' وفاقی وزیر برائے ماحولیات اور شہری امور کے نام خطوط پر دستخط کئے۔ بعض اراکین نے اپنے طور پر بھی دستخط جمع کر کے شہری کے دفتر تک پہنچائے۔ اس مہم میں کل ۲۰۰ دستخط کنندگان نے حصہ لیا۔ یہ تمام دستخط وزیر اعظم اور متعلقہ وفاقی وزیر کو بھیج دیئے گئے اور امید کی جاتی ہے کہ وہ جلد از جلد ماحولیاتی کونسل کا اجلاس بلا کر ہمارے ماحول کے تحفظ کی کارروائی کریں گے۔

■

شائع شدہ مضامین کا بھی خیر مقدم کیا جائے گا۔ بشرطیکہ اصل اشاعت کا مکمل حوالہ دیا گیا ہو شہری خبرنامے میں شائع ہونے والے مضامین اور خبروں سے ایڈیٹوریل بورڈ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

آپ دنیا کو بچا سکتے ہیں

جس حد تک بھی ممکن ہو' لکھتے وقت کاغذ کو دونوں طرف سے استعمال کیجئے اور ہر قسم کے ردی کاغذ کو ری سائیکلنگ کے لئے اکٹھا کیجئے۔ ردی کاغذ کے کسی ڈیلر کے ہاتھ فروخت کر دیجئے۔ یاد رکھیں' ہم جتنا زیادہ کاغذ استعمال کرتے ہیں اتنے ہی زیادہ درخت کاٹنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اندرونی ڈاک کے لئے استعمال شدہ لفافوں کو کام میں لائیں۔ کاغذ کی چٹ پر نیا پتہ لکھ کر ان لفافوں کو دوبارہ بھی ڈاک کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دفتر میں استعمال ہونے والا بعض اقسام کا کاغذ (مثلاً ڈرائنگ پیپر یا کمپیوٹر پیپر) یونیورسٹی سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے' اس لئے اس قسم کا کاغذ اکٹھا کر کے تمام لائٹس' ایئر کنڈیشنرز اور دیگر الیکٹریکل آلات جب استعمال نہ ہو رہے ہوں تو ان کے سوئچ آف کر دیں۔ اسی طرح گھر جاتے وقت بھی تمام سوئچ آف کر دیں۔

(بشکریہ ایشین بائر آف دی بلینٹ
تصویر دانش آذر زوبی)

YOU CAN SAVE THE WORLD

Member of
IUCN
The World Conservation Union

خطرات درپیش ہوں گے اور ان کی کیا وجوہات ہوں گی؟

یاد رکھیے... صنعت کاری' شہری منصوبہ بندی اور جدیدیت کا دوسرا رخ آلودگی ہے۔ آج ہم مزید آلودگی پیدا کرنے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے سیارے کو ان تمام خطرناک فضلوں سے محفوظ رکھیں جو ہماری زندگیوں کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ ■

قارئین کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے نقطہ نظر اور تبصرے پر مشتمل خطوط ہمیں ارسال کریں۔ البتہ جگہ کی قلت یا وضاحت کی خاطر ہم ان خطوط کی تدوین کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

بقیہ کیمیکلز

نوٹ: خطرناک فضلے کو ٹھکانے لگانے کے ضمن میں پیدا ہونے والی ضمنی مصنوعات کو بھی خطرناک ہی سمجھنا چاہئے تاوقتیکہ انہیں واضح طور پر مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

چند افتتاحی خیالات

یہ کرہ زمین جس پر ہم بستے ہیں' ہم انسانوں کو دستیاب واحد سیارہ ہے۔ آئیے یہاں فطرت کے قوانین کو عمل کرنے دیں نہ کہ لالچ کے قانون کو۔ اپنے سیارے کو آلودگی سے پاک رکھیں جس کی ہمیں قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ سائنس دانوں اور ڈاکٹروں کی حیثیت سے ہم یہ تعین کر سکتے ہیں کہ صاف ہونے کے لئے کتنا صاف ہونا ضروری ہے اور سرسبز ہونے کے لئے کتنا سرسبز ہونا ضروری۔ یہ بات بہت پہلے ہی کہی جا چکی ہے کہ "صحت مند جسم ہی صحت مند ذہن کا مالک ہوتا ہے۔" اگر ہمارا ماحول اتنا صاف نہیں رہا جتنا کہ یہ ہوتا تھا تو ہمارے جسم کیونکر صحت مند رہ سکیں گے؟

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سب یہ دریافت کریں کہ:

۱۔ جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں وہ کتنی صاف ہے؟

۲۔ جو پانی ہم پیتے ہیں وہ کتنا خالص ہے؟

۳۔ جو غذا ہم کھاتے ہیں وہ کتنی غذائیت بخش ہے؟

۴۔ ہم جہاں رہتے اور کام کرتے ہیں وہاں آلودگی کے کون سے ذرائع اور کس قسم کے ماحولیاتی خطرات موجود ہیں؟

۵۔ ہمارے جسموں کو تابکاری کی کتنی مقدار متاثر کر رہی ہے؟

۶۔ مستقبل میں ہماری دنیا میں کون سے نئے

بہتر ماحول کی تشکیل کیلئے "شہری" میں شمولیت اختیار کیجئے

اگر آپ "شہری" میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کارڈ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کیجئے

شہری بہتر ماحول کیلئے شہریوں کا اشتراک
G-206 بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس' کراچی 75400 پاکستان
فون 442578' 441769 فیکس 438226

نام .... فون رہائش ....
پتہ ....
....
پیشہ .... فون آفس ....

فوجی، سماجی اور ماحولیاتی ترجیحات

"انسانوں کے متعلق میں کوئی بہت بلند رائے نہیں رکھتا۔ یہ ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑتے رہیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف بدطینتی کا مظاہرہ کرتے رہیں گے.... لیکن یہ معاملہ ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس زیادہ خوفناک ہتھیار نہ رہنے دیئے

جائیں۔ ہمیں ان کو بدترین قسم کے کھلونوں سے کھیلنے سے باز رکھنا ہوگا۔" جارج ایف کینان 'ایٹمی ہتھیاروں کا مکمل خاتمہ کیوں ضروری ہے....۱۹۷۶ء'

۱۔ حالیہ طوفانوں میں بھی دو لاکھ سے زیادہ بنگلہ دیشی ہلاک ہوگئے۔ یہ المیہ بنگلہ دیش کی قومی زندگی کا ایک مستقل حصہ ہے۔ یہ زندگیاں طوفان سے بچاؤ کی پناہ گاہیں تعمیر کرکے بچائی جا سکتی تھیں اور ان پناہ گاہوں کی تعمیر پر ۵۰۰ ملین ڈالر خرچ ہوتے یعنی آپریشن ڈیزرٹ اسٹارم کے صرف آدھے دن کا خرچ۔

۲۔ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۵ء کی مدت کے دوران ترقی پذیر ممالک نے جتنے ہتھیار درآمد کئے وہ اس عرصہ کے دوران ان کے بیرونی قرضوں میں چالیس فیصد اضافے کا سبب ہے۔

۳۔ صرف ایک ایٹمی ہتھیار کو ٹیسٹ کرنے کی لاگت سے چار ہزار ہیلتھ ورکرز کو تربیت دی جا سکتی ہے۔

۴۔ تمام دنیا کے فوجی اخراجات میں معمولی فیصد کمی کر دی جائے تو اس سے پچاس ارب ڈالر کی اضافی رقم حاصل ہوگی جس سے دنیا کو ناقابل تصور حد تک تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد سے ۱۲۷ جنگیں لڑی گئیں جن میں سے دو کے علاوہ تمام جنگوں نے ترقی پذیر ملکوں کو متاثر کیا۔ کل دو کروڑ ۳۰ لاکھ افراد ان جنگوں کی بھینٹ چڑھے اور ان میں سے ایک کروڑ ۳۰ لاکھ شہری یعنی غیر فوجی تھے۔ انسان کی تحقیق کردہ اس تباہی اور قتل میں اسلحہ فراہم کرنے والوں یعنی اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کے پانچ مستقل اراکین کا براہ راست ملوث ہونا صاف نظر آتا ہے۔

۶۔ ۲۰۳۰ء تک دنیا میں تیل کے تمام معلوم ذخائر ختم ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود زمانہ امن میں فوج کی جانب سے ایندھن کا استعمال ناقابل تصور حد تک زیادہ ہے۔ صرف ایک ایف ۱۵ طیارہ جس میں ایک شخص سوار ہوتا ہے ایک منٹ میں ۲۵ گیلن پیٹرول جلاتا ہے اور جب جہاز پوری رفتار سے پرواز

کرتا ہے تو ایندھن کا خرچ ۲۴۰ گیلن فی منٹ کی حیران کن حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسافروں سے بھرا ہوا جیٹ طیارہ صرف ۱۷ گیلن فی منٹ پیٹرول خرچ کرتا ہے۔

۷۔ اس وقت دنیا میں اتنی غذائی پیداوار ہوتی ہے کہ پوری دنیا کی آبادی کو خوراک فراہم کرنے کے بعد بھی بچ رہے لیکن اس کے باوجود ۷۸ لاکھ پچاس ہزار افراد شدید غذائی کمی کا شکار ہیں۔

۸۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے باقی ایک امریکی ہتھیاروں کی قیمتوں میں ۲۰۰ گنا اور عام ہتھیاروں کی قیمت میں ۷ گنا اضافہ ہو چکا ہے۔

۹۔ دنیا کی آبادی کے امیر ترین پانچویں حصے کی آمدنی اوسطاً غریب ترین پانچویں حصے کی آمدنی سے پچاس گنا زیادہ ہے۔

۱۰۔ زمین سے نکالے جانے والے ایندھن کے جلانے سے خارج ہونے والے کاربن کی شرح جو ایک صدی قبل صفر کے قریب تھی اب ایک ٹن فی کس سے زیادہ ہو چکی ہے۔

۱۱۔ دنیا کے جنگلات میں لگائے جانے والے ہر ایک نئے درخت کے عوض دس پرانے درخت کاٹ دیئے جاتے ہیں۔

۱۲۔ صنعتی ممالک ہر سال فوجی دفاع کی مد میں ۵۰۰ ارب ڈالر سے زیادہ خرچ کرتے ہیں لیکن ان کی جانب سے غریب ملکوں کو دی جانے والی ترقیاتی امداد صرف ۴۳ ارب ڈالر سالانہ ہے۔

۱۳۔ گزشتہ ۴۰ سال میں دنیا کی آبادی میں ایک ارب ۷۰ کروڑ افراد کا اضافہ ہوا ہے جب کہ دوسری طرف اسی عرصہ کے دوران ماحولیاتی نقصانات کے سبب ۴۸۰ ارب ٹن زرخیز مٹی ضائع ہو گئی جو کہ غذائی پیداوار میں بنیادی اہمیت رکھتی تھی۔

۱۴۔ ترقی پذیر ممالک میں فوجیوں کی تعداد ڈاکٹروں کے مقابلے میں آٹھ گنا زیادہ ہے۔

۱۵۔ دنیا بھر کی مسلح افواج زمین پر آلودگی پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ امریکہ میں مسلح افواج سالانہ جتنے زہریلے کیمیکل پیدا کرنے کا سبب بنتی ہیں ان کی مقدار پانچ بڑی کیمیکل کمپنیوں کے پیدا کردہ زہریلے اجزا کی مجموعی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے۔

۱۶۔ ایک تباہ کن آبدوز کی قیمت (ایک ارب ۴۵ کروڑ ۳۰ لاکھ ڈالر) سے ۱۸ غریب ملکوں کا تعلیمی بجٹ پورا کرکے تقریباً ۱۳ کروڑ بچوں کو تعلیم کی سہولت فراہم کی جا سکتی ہے۔

۱۷۔ غریب ممالک کو ہتھیاروں کی فروخت کی اتنی ہی شدت سے مخالفت کی جانی چاہئے جتنی کہ خوشحال ملکوں کو منشیات کی اسمگلنگ کی کی جاتی ہے۔

بشکریہ آئی پی پی این ڈبلیو

کھیل کے میدانوں کا خاتمہ

کراچی کے شہری اس تکلیف دہ حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ کس طرح رہائشی اور رفاہی پلاٹوں کو تجارتی علاقوں میں تبدیل کرکے اس زمین پر قبضہ کیا جا رہا ہے۔ اس ظالمانہ تبدیلی کے سب سے عام شکار شہر کے پبلک پارک ہیں جنہیں باقاعدگی سے شادی گارڈن میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی خود میونسپل اداروں کے ہاتھوں ہو رہی ہے جو کہ شہر کے محافظوں کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس عمل کا تازہ ترین شکار ایم اے جناح روڈ نمائش چورنگی سے پہلے واقع شاہین پارک ہے۔ اس علاقے میں آبادی بے انتہا گنجان ہو چکی ہے۔ تجارتی سطح پر یہاں سب سے پہلے کار شو روم قائم ہونا شروع ہوئے جس کے نتیجے میں اس مصروف ترین سڑک کا کاروں کی دوہری تہری قطاروں نے راستہ تنگ کر کے رکھ دیا۔ اس کے بعد یہاں تاریخی اہمیت کے حامل قدیم مکانات کو گرا کر ان کی جگہ بلند و بالا فلیٹوں کی تعمیر شروع ہو گئی۔ بہت جلد شاہین پارک اونچی اونچی عمارتوں سے گھرا ہوا نظر آنے لگا اور اس طرح کھلی ہوئی جگہ مزید اہمیت اختیار کر گئی۔ علاقے کے بچے اور نوجوان باقاعدگی سے اسے کھیل کے میدان کے بطور استعمال کرنے لگے۔ شوقیہ کھلاڑی اکثر یہاں کرکٹ میچ کھیلتے' پاس پڑوس کے لوگ پارک میں چہل قدمی کرتے اور سستاتے۔

لیکن یہ تمام صحت مند سرگرمیاں اس وقت ختم ہو گئیں جب شاہین پارک کو شادیوں کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ راتوں رات کھلی ہوئی جگہ پر قبضہ کرکے شامیانے اور خیمے تان دیئے گئے اور ایک استقبالیہ دفتر اور کچن بھی تعمیر کر لیا گیا۔ شاہین پارک کا نام شاہین لان ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی علاقے کی تمام فضا تبدیل ہو گئی۔ پورا کھلا ہوا پارک شادیوں کے لئے مطلوبہ انفراسٹرکچر سے اَٹ دیا گیا۔ اب پارک کے باہر سڑک پر شادیوں میں آنے والی کاریں کھڑی کی جاتی ہیں جس سے سڑک بھی تقریباً بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ شادیوں کے مہمان ہجوم در ہجوم ایم اے جناح روڈ پار کرتے ہیں تو ٹریفک میں خلل بھی پڑتا ہے اور لوگوں کی سلامتی بھی خطرے میں پڑتی ہے۔ شادی گارڈن سے شور اور آلودگی بھی جنم لیتی ہے۔ بچوں کے لئے اب یہاں کھیلنے کی کوئی کھلی جگہ باقی نہیں بچی ہے کیونکہ اس مقصد کے لئے صرف شاہین پارک ہی موجود تھا۔ بچے اب سڑکوں پر کرکٹ کھیلتے ہیں اور مسلسل ٹریفک کے حادثات کی زد میں رہتے ہیں اسی طرح اب یہاں شوقیہ میچ بھی نہیں کرائے جا سکتے جو کہ نوجوانوں کے لئے ایک صحت مند سرگرمی کا درجہ رکھتے تھے۔

لیکن شاہین پارک اس قسم کی واحد مثال نہیں ہے البتہ یہ شادیوں سے پیسہ کمانے کے لالچ کا تازہ ترین شکار ضرور ہے۔ کھلے ہوئے پبلک ایریا کو شادی لان میں تبدیل کرنے کی سب سے نمایاں مثال کے ایم سی اسپورٹس کمپلیکس واقع کشمیر روڈ ہے جہاں اس مقصد کے لئے پورے پورے میدان استعمال کر لئے گئے ہیں۔ مستقل انفراسٹرکچر کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ ان باغات کے محافظ اب شادیوں کے لئے لگائے جانے والے شامیانوں کو اتارنے کی زحمت ہی نہیں کرتے۔

ایک اور پارک جو شادیوں کے حوالے سے اس طوفان بدتمیزی کی نذر ہوتے ہوتے رہ گیا وہ رنگون والا ہال کے نزدیک اسٹیڈیم روڈ سے قریب واقع بھی میمن ہاؤسنگ سوسائٹی پارک ہے۔ یہ کارنامہ آس پاس رہنے والے شہریوں کا ہے کہ انہوں نے بروقت کارروائی کی اور متعلقہ حکام کو عدالت میں لے گئے جس کی بدولت یہ پارک شادی لان بننے سے بچ گیا تاہم اس کشمکش کی نشانیاں اب بھی نمایاں نظر آتی ہیں۔ ایک بہت بڑے لان پلیٹ فارم کے اضافے سے پارک مستقل طور پر مسخ ہو چکا ہے۔ اس طرح کرکٹ میچوں کے لئے استعمال ہونے والا ایک اور سرسبز میدان تباہ ہو گیا ہے۔

یہ دیکھ کر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ جنہیں ہم نے اپنے شہر کی دیکھ بھال اور حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے وہی اسے تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

تحریر معین فاروقی..... رکن شہری سی بی ای

فضائی آلودگی ختم کرنے کیلئے ماہرین بے شمار اقدامات کر رہے ہیں' ان میں صنعتی آلودگی کو کیسے کنٹرول میں رکھا جائے' گرین ہاؤس ایفیکٹ کے حالات سے کیسے نمٹا جائے' شجرکاری کرکے آلودگی کا مقابلہ کیسے کیا جائے شامل ہیں۔

ہم اکثر ماحولیاتی آلودگی کی بات کرتے ہیں یہ کہ ہم کس طرح نقصاندہ اجزاء پیدا کرتے اور پھر زمین' فضا اور پانی میں خارج کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک اور طرح کا ماحولیاتی نقصان بھی ہے جو شاید تمام اقسام کی آلودگی کو یکجا کریں تو اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ بدقسمتی سے کوئی شخص اس آلودگی کی فکر کرتا نہیں نظر آتا۔

چند سادہ باتیں

(تحریر: ڈاکٹر ایم ریحان طیب)

شاپنگ بیگ

ہم اس بات کو لازمی سمجھنے لگے ہیں کہ جب بھی ہم خریداری کریں تو خریدا ہوا سامان اٹھانے کے لئے ہمیں شاپنگ بیگ فراہم کیا جائے کیا ہمیں واقعی لاکھوں شاپنگ بیگ سالانہ استعمال کرنے کی ضرورت ہے؟

یاد رکھئے!

☆... یہ صحیح ہے کہ اکثر پلاسٹک شاپنگ بیگ کاغذ کے تھیلوں کے مقابلے میں زیادہ باسہولت ثابت ہوتے ہیں لیکن انہیں ختم کرنا ممکن نہیں ہوتا حتیٰ کہ جو پلاسٹک بیگ حیاتیاتی طور پر منتشر ہو سکتے ہیں ان کا بھی مکمل خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ یہ محض چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر جاتے ہیں۔ تمام اقسام کے پلاسٹک بیگ پیٹرولیم سے بنتے ہیں جو کہ ایک ناقابل تجدید وسیلہ ہے۔

☆... اکثر استعمال شدہ پلاسٹک بیگ بالآخر سمندر میں پہنچ جاتے ہیں اور سمندری جانوروں کی ہلاکت کا سبب بنتے ہیں۔ یہ جانور یا تو پلاسٹک بیگوں میں الجھ کر ہلاک ہوتے ہیں یا انہیں نگل کر مرتے ہیں۔

☆... پلاسٹک بیگ پر چھپائی کے لئے جو سیاہی استعمال ہوتی ہے اس میں کیڈمیم شامل ہوتی ہے جو کہ ایک زہریلی بھاری دھات ہے۔ جب یہ پلاسٹک بیگ جلائے جاتے ہیں تو یہ بھاری دھات ماحول میں منتشر ہو جاتی ہیں۔

☆... کاغذ کے تھیلے دوبارہ قابل استعمال بنائے جا سکتے ہیں۔

آپ کیا کر سکتے ہیں

☆... آپ ہر بار نیا شاپنگ بیگ حاصل کرنے کے بجائے اپنے استعمال شدہ پلاسٹک بیگ دھو کر دوبارہ کام میں لا سکتے ہیں۔ یاد رکھیں تمام شاپنگ بیگ دوبارہ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

☆... کاغذ یا پلاسٹک؟ اگر آپ کی خریداری مختصر سی ہے تو دوبارہ سوچ لیجئے کہ کس قسم کے بیگ سے کام چل سکتا ہے۔ اگر ہر خریدار مہینے میں صرف ایک شاپنگ بیگ کم لے تو ہر ماہ ہزاروں بیگ بچائے جا سکتے ہیں۔ بہتر یہی مطالبہ کیجئے کہ آپ کو سودا پلاسٹک کی تھیلی کی بجائے اخباری کاغذ کی تھیلی میں دیا جائے۔

☆... جب کبھی خریداری کرنے جائیں تو اپنے ساتھ کپڑے کا تھیلا لے جائیں۔ کپڑے کا تھیلا لے جانا آسان ہوتا ہے اور اسے باآسانی موڑ کر رکھا جا سکتا ہے۔

ہمارا ماضی

کراچی کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے بہت سے علاقوں میں فلیٹس اور دیگر کثیر المنزلہ عمارتیں بلند ہوتی نظر آتی ہیں تاکہ شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی کو رہائشی سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔ یہ عمارتیں صرف شہر کے نئے مضافاتی علاقوں مثلاً گلستان جوہر اور

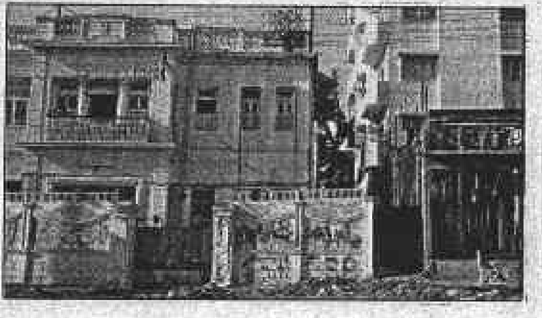

گلشن اقبال ہی میں نہیں بن رہیں بلکہ شہر کے پرانے علاقوں میں بھی تعمیر ہو رہی ہیں جہاں ان سے سب سے زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ پرانے شہر کی یہ بڑی عمارتیں کراچی کے قدیم تعمیراتی ورثے کو تباہ کرکے بنائی جا رہی ہیں۔ ۱۹۳۰ء' ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے عشروں میں تعمیر کردہ قدیم مکانات اور بلڈنگز جو کہ فن تعمیر کا شاندار نمونہ ہیں نئی عمارتوں کی خاطر ڈھائے جا رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں کراچی شہر کا اپنے ماضی سے رشتہ ٹوٹ رہا ہے۔ ان پرانے مکانات کا خاتمہ جن علاقوں میں نمایاں نظر آتا ہے ان میں عامل کالونی نمبر ۲' جمشید روڈ (جیسا کہ دی گئی تصویر سے ظاہر ہے)' گارڈن ایسٹ اور اب پی ای سی ایچ ایس بھی شامل ہو رہا ہے۔ ان مکانات کے تباہ ہونے سے نہ صرف شہر زیادہ تنگ' گنجان اور بدانتظامی کا شکار بنتا ہے بلکہ اس کے اپنی تاریخ کے ساتھ قائم قیمتی ناطے بھی ٹوٹنے لگتے ہیں۔ دنیا کے بہت سے ملکوں میں قدیم مکانوں اور رہائش گاہوں کو تاریخی یادگاروں کا درجہ دے کر محفوظ رکھا جاتا ہے۔ یہ محفوظ کردہ عمارات شہریوں کو ماضی کی جھلک دکھاتی ہیں۔ فلیٹس اور اپارٹمنٹ بلاکس کے لئے مضافات میں جگہ فراہم کی جاتی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ یہ قدیم کشادہ اور بعض صورتوں میں شاہانہ مکانات زمین کی قیمت میں اضافے کے باعث رہائش کے لئے موزوں نہیں رہتے اور انہیں عام طور پر دفاتر یا ثقافتی اور شہری مراکز کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

دنیا بھر کے برعکس کراچی میں بلڈرز دھڑادھڑ پرانے مکانات کو گرا کر ان کی جگہ فلیٹس بنا رہے ہیں۔ متعلقہ شہری حکام بے شعوری سے انہیں تعمیر کی اجازت دے رہے ہیں اور کراچی شہر جہاں ایک زمانے میں قدیم فن تعمیر کے سیکڑوں شاندار نمونے موجود تھے اب جلد ہی تیزی سے اپنا احساس تاریخ کھو رہا ہے۔

(تحریر: معین فاروقی)

لقمان فاؤنڈیشن اور اس کے اراکین کی جانب سے "شہری" سی بی ای کی مالی معاونت کی گئی